International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:325 - 339

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

تجلیات الٰہیہ اور انسان کامل: مکتوبات امام ربانی کا تجزیہ

Divine Manifestations and the Perfect Man: An Analysis of Maktubat-e-Imam Rabbani

Usman Haider Saifi
M Phil Scholar, Dept. of Islamic Studies,
G C University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

Abstract

Human beings are a combination of the world of command and the world of creation, in which all perfections are found. When a person is purified through spiritual refinement and cleansing, their soul is lifted from the darkness of ignorance to the realm of certainty, and they become a complete human being. The spiritual stations and noble ranks that are bestowed upon them are not attainable by anyone else. There are two things within a human being that are not found in the heavenly realm or the macrocosm: one is earthly nature, and the other is divine unity. Human beings are a wonder who has achieved the capacity for vicegerency and has taken on the responsibility of trust. Various manifestations of divine revelation descend upon the perfect human being, including the manifestation of the Essence, which appears in different forms, and the manifestation of divine attributes, which is reflected in the actions of the servant. Similarly, the manifestation of divine light also occurs, in which the veils are lifted from the servant for a short time, and the manifestation of divine unity is witnessed in the mirror of multiplicity, in which the individual ego is completely annihilated. Other manifestations, such as the manifestation of divine presence, the manifestation of divine attributes, and the manifestation of divine essence, also occur, and the human being attains these manifestations, which leads to an increase in their perfections.

Keywords: Waḥdat, Āʾīnah, Ẓilāl, \`Ajūbah, Tajallī

تعارف موضوع

صوفیائے کرام نے جس طرح تصوف وطریقت کے مراتب کو بیان کیا ہے اسی طرح اس ذات کے مراتب کو بھی بیان کیا ہے کہ جس پر تصوف وطریقت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور وہ انسان کی ذات ہے اس بارے میں مختلف صوفیانے اپنی اپنی کتب کے اندر خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان پہ بڑی خوبصورت اور جامع انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔

CC BY

انسان

سمِّي الإنسان من النِّسيان. والإنسانُ في الأصل: إنْسيان، لأنّ جماعته: أناسيّ[1]

انسان نسیان سے بنا ہے اور انسان اصل میں انسیان ہے کیونکہ اس کی جمع اناسی آتی ہے۔

اور اس آیۃ مبارکہ میں اسی انسان کی طرف اشارہ ہے:۔

انسان سے مراد عالم خلق و امر کا مجموعہ ہے عالم خالق کو انسان کی صورت اور ظاہر تصور کرتے ہیں اور عالم امر کو انسان کا باطن اور حقیقت جانتے ہیں[2]

۱۔انسان کامل

۲۔انسان ناقص

انسان کامل وہ ہے جو عالم خلق اور عالم امر روح و نفس اور عقل و خیال کا جامع ہو[3]

اس مضغہ کو حقیر گوشت کا لوتھڑا خیال نہ کر بلکہ یہ لوتھڑا جوہر نفیس ہے جس میں عالم خالق کے اسرار و خزانے ودیعت کیے گئے ہیں اور عالم امر کے دفینے اور خفیہ امور مدفون ہیں جو معاملات خاصہ کی زیادتی کی وجہ سے بیت و جدانی کے ساتھ وابستہ ہیں انسان کے اجزائے عشرہ کو فنا و بقا، تزکیہ و جذبہ اور سلوک کے ساتھ مزکی اور مطہر بناتے ہیں اور ماسوا کے تعلقات سے آزاد کرتے ہیں اور قلب کو بے قراری سے گزار کر سکون کی طرف لاتے ہیں اور نفس انسانی کو امارگی سے نکال کر اطمینان کی طرف لاتے ہیں اور خاک کو پستی فطرت سے نکال کر بلندی نصیب کرتے ہیں اور اس کے تمام اجزاء کو کو افراط و تفریط سے نکال کر حد اعتدال و توسط میں داخل کرتے ہیں اور اس کے بعد محض اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ان اجزا کو ترتیب دے کر ایک شخص معین بنایا جاتا ہے جس کو انسان کامل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[4]

اور جب کوئی انسان رجوع اور دعوت کی تکمیل ہونے پر اصلی رنگ میں رنگین ہو جائے اور اصل کی طرف لوٹ جائے تو جو قرب اور منزلت اس کو نصیب ہوتی ہے وہ کسی کے حصے میں نہیں آتی اور یہ کمال انبیاء علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے کیونکہ یہ خاص بشر ہیں ان کے علاوہ اگر کسی کو یہ چیز نصیب ہو تو وہ وراثت اور تبعیت کے طور پر ہو گی اور یہ دولت انبیاء علیہ السلام کے اصحاب کو ان کی برکات کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور اصحاب کے علاوہ بھی یہ دولت کسی کو نصیب ہو سکتی ہے لیکن وہ قلیل ہیں بلکہ قلیل سے قلیل تر ہیں۔[5]

انسان کامل عالم صغیر میں مظہر ذات احد ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے اور یہ آئینہ داری یعنی مظہر ذات احد بننا انسان کی عجیب و غریب باتوں میں سے ہے[6] ایک مقام پر انسان کامل اور ناقص کا فرق ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"انسان کامل اور انسان ناقص کے درمیان قلت و کثرت اجزاء کا فرق ہے اسی طرح ان کی نیکیوں اور بدیوں کا بھی اسی انداز سے تفاوت ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کی سو زبانیں ہوں اور

ہر زبان سے اللہ کا ذکر کرے انسان ناقص کی مثال اس طرح ہے ہے جس طرح کسی انسان کی ایک زبان ہو اور وہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ کی ثنا کرتا ہو تو پھر ان دونوں کے درمیان کیا نسبت ہو سکتی ہے ایمان و معرفت اور باقی تمام کمالات کو بھی اسی پر قیاس کریں"۔[7]

جب انسان سیر الی اللہ کی تکمیل کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی کے اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے جب اس سیر کو بھی اجمالی طور پر پورا کرلیتا ہے اور اسماء وصفات کے پرتو کے ظہور کے دائروں کو جو سیر فی اللہ سے وابستہ ہیں انجام کو پہنچا دیتا ہے تو وہ اس شان کے لائق ہو جاتا ہے کہ معشوق حقیقی ظلیت و حلول کی آمیزش کے بغیر حالیت و محلیت کے وہم کے بغیر اس میں ظہور فرمائے چونکہ معشوق کی صفات ذاتیہ اس تعالی کی ذات سے جدا نہیں اس لیے لازمی طور پر صفات کے ساتھ ذات کا ظہور بھی عاشق کے عین میں ہو گا اور دو قوس کے حصول کے ساتھ پیوست ہو جائے گا جو کہ قوس صفات و ذات ہیں۔[8]

اور انسان کامل جب سیر تفصیلی کے بعد جامعیت تامہ پیدا کرلیتا ہے اور اسماء وصفات کے کمالات کا آئینہ بن جاتا ہے اور اس کا عدم ذاتی مکمل طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے ہے اور ان کمالات کے علاوہ کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی اس وقت فنائے تام کے حاصل ہونے کے بعد ایک بقائے خاص سے مشرف ہوتا ہے اس پر ولایت کا اسم صادق آتا ہے اس کے بعد اگر عنایت ازلی اس کے شامل حال ہو جائے تو ممکن ہے کہ دوبارہ یہ کمال جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی حضرت ذات کے آئینہ میں منعکس ہو جائیں وہاں ظہور پیدا کرلیں اس وقت قاب قوسین کے راز کا ظہور ہوتا ہے۔[9]

ہر انسان کے اندر دس اجزاء موجود ہوتے ہیں لیکن جس انسان کہ یہ اجزاء مزکی اور مطہر نہیں ہوتے اور جو انسان جذبہ اور سلوک کے ذریعے ماسوا کے تعلقات کی گندگی سے آزاد نہیں ہوتا تو ایسے انسان کو انسان ناقص کہتے ہیں۔[10]

اس کی طاعات کم ہوتی ہیں اسی طرح وہ اپنے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ میں اپنی حاضری پیش کرتا ہے لیکن اس کی حاضری اور ثناء انسان کامل کی حاضری اور ثناء سے کوسوں دور ہے۔[11]

"انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے جو کچھ خلق اور امر میں ہے وہ انسان میں ہے اور انسان میں اس سے کچھ زائد بھی ہے اور وہ اس کی ہیت وحدانی ہے جو خالق و امر کی ترکیب سے پیدا ہوتی ہے اور یہ ہیت وحدانی انسان کے علاوہ کسی کو بھی میسر نہیں ہوتی اور یہ اجنبی قسم کا عجوبہ ہے اور عجیب قسم کا نمونہ ہے لہذا جو حمد انسان سے صادر ہوتی ہے وہ تمام مخلوق کی حمد سے کئی گنا زیادہ ہو گی اور جمع خلق سے مراد انسان کے علاوہ تمام مخلوق لی جائے گی اور اگر انسان کو بھی داخل کرلیں تو ہم کہیں گے کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزاء پاتا ہے انسان کو اپنے اجزا پاتا ہے اور اپنے

اپ کو سب کا کل جانتا ہے اس صورت میں اپنی حمد کو اپنی حمد سے کئی گنا زیادہ پاتا ہے اور تمام افراد انسانی کہ حمد سے بھی کئی گنا زیادہ پائے گا"[12]

انسان جتنے کمالات کا جامع ہے وہ سب کے سب حق تعالی سے مستفاد ہیں اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ علم سے مستفاد ہے اگر قدرت ہے تو وہ بھی اس مرتبہ قدرت سے مستفاد ہے لیکن ہر مرتبہ کا کمال اس مرتبہ کے اندازے کے مطابق ہے[13]

انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں جو عرش میں اور عالم کبیر کے لیے بھی ان دو چیزوں سے کوئی حصہ نہیں ہے انسان میں ایک تو جزو ارضی ہے جو عرش میں نہیں ہے اور ایک ہیئت وحدانی ہے جو عالم کبیر میں نہیں ہے اور وہ شعور جو ہیئت وحدانی سے تعلق رکھتا ہے نور علی نور ہے جو عالم اصغر کے ساتھ مخصوص ہے پس انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کی ہے اور امانت کے بوجھ کو اٹھایا ہے[14]

انسان کامل جب ذات احدیت کے ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہو جاتا ہے تو ذات احد جل شانہ کے ساتھ گرفتاری پیدا کر لیتا ہے اور صفات و شیونات میں کچھ بھی اس کا ملحوظ، منظور، مقصود اور مطلوب نہیں ہوتا مطابق المرء مع من احب کہ انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس کو محبت ہو اس لیے حضرت احدیت مجردہ کے ساتھ ایک مجہول الکیفیت اتصال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گرفتاری جو اسے ذات احد کے ساتھ حاصل ہوئی تھی ایک بے چون قرب کی نسبت بیچون ذات کے ساتھ اس میں ثابت کر دیتی ہے اس وقت انسان کامل ذات احد کا آئینہ بن جاتا ہے اس حیثیت سے کہ انسان کامل میں صفات و شیونات میں سے کوئی چیز بھی اس میں مشہود اور دکھائی نہیں دیتی بلکہ اس میں احدیث مجردہ تعالت اور تقدست ظاہر اور جلوہ گر ہو جاتی ہے

"وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی تھی انسان کامل کے شیشہ میں تجرد کی حیثیت سے ظاہر اور جلوہ گر ہو گئی اور حسن ذاتی حسن صفاتی سے متمیز اور جدا ہو گیا اس طرح کی آئینہ داری اور مظہریت انسان کامل کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی ہے اور حضرت ذات تعالی و تقدس صفات و شیونات کے بغیر انسان کے سوا کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوا"[15]

جب انسان کامل کو فنا و بقا کے بعد عالم اور مخلوق کی طرف دعوت دینے کے لیے واپس کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ بشری صفات اور انسانی خصوصیات کو مرکب کر دیا جاتا ہے جو کہ ان صفات کی تیزی کو توڑنے کے بعد اس سے زائل ہوتی تھیں تاکہ اس کے اور عالم کے درمیان مناسبت زائل ہونے کے بعد از سر نو مناسبت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالی اس مناسبت سے اس کے اور عالم کے درمیان افادہ اور استفادہ کا دروازہ کھول دے[16]

تجلی

تجلی کا معنیٰ ہے کھولنا واضح کرنا ظاہر کرنا اور وضاحت کرنا زجاج نے کہا ہے کہ کہ یہاں تجلی سے مراد ظاہر کرنا اور واضح کرنا ہے [17] اللہ تعالی کے اس فرمان عالیشان سے اس معنی کی طرف اشارہ ملتا ہے

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ[18]

"پس جب اللہ رب العزت نے پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی"

اسم ظاہر کی تجلی

امام ربانی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یہ کیسی تجلی ہے کہ جس میں مختلف مظاہر میں وہ ذات جلوہ گر ہوتی ہے اور ہر چیز کھل کر سامنے آجاتی ہے اور مستورات کے لباس میں بلکہ ان میں جدا جدا ظہور ہوتا ہے اور اس وجہ سے عورتوں کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے لیکن یہ ہے بے اختیار اور اس لباس میں ایسی عجیب و غریب چیزوں کا ظہور جو اور کہیں نہیں اسی طرح اس مظاہر کی تجلی کا ظہور کھانے اور پینے کی چیزوں پر ہوا حتی کہ ہر چیز کی شیرینی اور کھاری ذائقہ بالکل الگ تھلگ ہو کر واضح ہو گیا اور اس حالت میں رفیق اعلی کی آرزو پیدا ہو گئی

یہاں تک کہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کے ساتھ اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

> "کہ میں حتی الامکان ان ظہورات کی طرف متوجہ نہیں تھا لیکن کیا کرتا مغلوب الحال تھا اس لیے کوئی چارہ نہ تھا اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تجلی خدا تعالی کی نسبت تنزیہی سے کوئی مخالف نہیں رکھتی اور یہ کہ باطن اسی طرح نسبت تنزیہی میں گرفتار ہے اور ظاہر کی طرف کوئی توجہ نہ تھی اور میرے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور معطل تھا اس تجلی سے مشرف فرمایا میں نے بالیقین ایسا پایا کہ باطن بالکل کج نظری میں مبتلا نہیں ہے بلکہ تمام معلومات اور ظہورات سے اعراض کیے ہوئے ہے اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا وہ بھی ان تجلیات سے بہرہ ور ہوا ہے کچھ وقت کے بعد یہ تجلیات خفا اور پوشیدگی میں چلی گئیں اور وہی حیرت و نادانی کی حالت قائم اور موجود رہی اور وہ تجلیات اس طرح معدوم ہو گئیں گویا وہ کبھی مذکور بھی نہ ہوئی تھیں اس کے بعد ایک خاص فنا رونما ہوئی اور غالب گمان ہے کہ وہ یقین علمی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا وہ اس فنا میں گم ہو گیا اور نفسانیت و انانیت کے گمان کا کچھ اثر باقی نہ رہا اس وقت اسلام کے نشانات ظاہر ہونا اور شرک خفی کے نشانات مٹنا شروع ہوئے اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو لائق

ملامت جاننے کا احساس شدت سے ظاہر ہوا بالجملہ کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر ظاہر و رونما ہوئے خدا سبحانہ و تعالیٰ آپ کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے "[19]

تجلی افعال

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی افعال سے مراد حق سبحانہ کے فعل کا ظہور سالک پر اس طرح ہو کہ بندوں کے افعال اس فعل کے ظلال نظر آئیں ہر بندہ اس فعل کو ان افعال کی اصل جانے اور ان افعال کے قیام کو اس فعل واحد سے سمجھے اس تجلی کا کمال یوں بیان فرمایا

"اس تجلی کا کمال یہ ہے کہ یہ ظلال اس کی نظر سے کلی طور پر پوشیدہ ہو کر اپنی اصل سے ملحق ہو جائیں اور ان افعال کا فاعل جمادات کی طرح اپنے آپ کو بے حس و حرکت معلوم کرے "[20]

راہ سلوک کے سات قدم ہیں پانچ عالم امر میں اور دو عالم خلق میں فرماتے ہیں پہلا قدم جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے اور اس پر تجلیات کا جو ورود ہوتا ہے ان کو تجلیات افعال کہتے ہیں۔[21] سیر آفاقی و انفسی کی سیر کے بعد جو سیر میسر آتی ہے اس کو سیر اقربیت کہتے ہیں اس سیر کے اندر بھی تجلی کے افعال و صفات کا ورود ہوتا ہے اس وجہ سے وہم کے غلبہ اور دائرہ خیال سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تجلی افعال کی مثال کو یوں واضح فرماتے ہیں:

"سالکوں کی نظر میں سلوک کے دوران مثال کے طور پر جب زید کے کسب کی نسبت زید سے منتفی ہو جاتی ہے اور اس کی اضافت زید سے زائل ہو جاتی ہے تو ناچار اس کا فاعل حق تعالیٰ کو جاننا ہو گا بلکہ مخلوق کے بے شمار اور مختلف افعال کو ایک ہی فاعل کا فعل جانتے ہیں اور اس معنی کے ظہور کو افعال کی تجلی خیال کرتے ہیں"[22]

ایک مقام پر امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تجلی افعال کے بارے میں صوفیا کرام کی ایک کشفی خطا کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔

بعض صوفیا نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جل شانہ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا وہ بھی اسی قسم سے ہے وہ تجلی در حقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی کیونکہ حق تعالیٰ کے فعل کے لیے جو بیچون و بیچگون و قدیم اور اور اس ذات کے ساتھ قائم ہے جس کو تکوین کہتے ہیں محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں افعال و صفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے کیونکہ افعال و صفات حق تعالیٰ کی ذات سے الگ نہیں ہیں تاکہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ

حق تعالی کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں جن کی تجلی کو افعال وصفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہیے نہ کہ افعال وصفات کی تجلی لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا[23]

تجلی برقی

حضرت ذات کی بارگاہ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا برق کی مانند تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتا ہے پھر اسماء وصفات کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں اور ذات تعالیٰ کے انوار کی شعائیں اور دبدبے ان پردوں میں چھپا دیے جاتے ہیں پس حضور ذاتی برق کی مانند ایک لمحہ کے لئے ہوتا ہے لہذا غیبت ذاتی بہت دیر تک لیکن اکابر نقشبندیہ کے نزدیک یہ حضور ذاتی دائمی ہے[24] دوسرے مقام پر امام ربانی یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"دائرہ ظل کے منتہی حضرات کو تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہے جو ایک ساعت کے لیے آفاق وانفس کی قید سے آزاد کر دیتی ہے اور وہ حضرات جو آفاق وانفس کے دائرہ سے گزر چکے ظل سے اصل کی طرف پیوست ہوگئے ان کے حق میں یہ تجلی برقی دائمی ہے کیوں کہ ان کا مسکن وماوی دائرہ اصل ہے جہاں سے یہ تجلی برقی پیدا ہوتی ہے اور ولایت ظلی جو کہ ولایت صغری ہے اس کا نہایت کمال تجلی برقی کے حصول سے پیوست ہونا ہے اور یہ تجلی برقی ولایت کبری میں قدم رکھنا ہے"[25]

تجلی ذاتی

کثرت کے آئینہ میں وحدت کا شہود اس طرح مشاہدہ کرنا کے آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جاتے اور باقی کے علاوہ وہ کچھ بھی مشہود نہ رہے اس مقام کو یاد داشت کے مناسب جان کر اس مرتبہ پر یاد داشت کا اطلاق کیا ہے اس کو تجلی ذاتی کہتے ہیں۔ یہ تجلی ذات ہی ہے جس کی وجہ سے عارف کا وہ بقیہ بھی جو اس کی نظر میں جمادمیت کی طرح ہوتا ہے زائل ہو جاتا ہے اور وہ عدم ہی تھا جو ہر ممکن کی اصل ہے اور دولت فنا کا حصول تجلی ذات کے پرتو سے حاصل ہوتا ہے اور نفس تجلی ذات کا حصول اس دولت فنا کے بعد ہے جب تک تو آزاد نہ ہو گا اس کو نہ پائے گا۔[26] تجلی ذاتی اور پرتو تجلی ذاتی کے درمیان فرق یہ ہے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ اسفار صبح اور طلوع آفتاب کی مانند ہے کیونکہ صبح کی سفیدی کے وقت آفتاب کی تجلی کا پرتو ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد نفس تجلی کا ظہور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ تجلی کا پرتو ڈالنے کے بعد بعض کو نفس تجلی سے مشرف نہیں کرتے اور بعض عوارض کے واقع ہونے کی وجہ سے اس اعلی دولت تک نہیں پہنچ پاتے"[27]

اور دوسرے مقام پر پر بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ تجلی ذات کے بارے میں کیا لکھوں یہ ایک ذوقی چیز ہے اور تجلی ذات اس عارف کے حق میں جس کی فنا کا ذکر ہو چکا ہے یہ دائمی ہے اور یہ تجلی دوسروں کے لیے برقی ہے اور تجلی ذات یہ شیون واعتبارات کے بغیر ہے اس کے لیے دوام لازم ہے اور وہاں پر پوشیدگی متصور نہیں[28] اور عالم امر میں تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اور پھر مراتب کے تفاوت کے اعتبار سے اس میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے[29]

امام ربانی ایک مقام پر اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں تجلیات ذاتیہ کو ذاتیہ کیوں کہتے ہیں

"فرماتے ہیں بعض بزرگ کہتے ہیں کہ اگر تجلیات غیر زائدہ معانی کے ملاحظ سے ہیں تو تجلیات ذاتیہ ہیں اور وحدت کے ظہور کا تعین اول ہے اور حق تعالی کی ذات پر زائد نہیں ہے اس لیے بزرگوں نے اس کو تجلی ذات کہا ہے لیکن ہمارا مطلب حضرت ذات تعالی وقدس ہے جہاں معنی کے ملاحظہ کی کوئی گنجائش نہیں خواہ معانی زائدہ ہو یا غیر زائدہ ہوں کیونکہ تمام معانی بطریق اجمال لے کر حضرت ذات تعالی وقدس تک وصول میسر ہوا"[30]

"تجلی ذات یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور آپ کے طفیل تمام انبیا کرام علیہم السلام کو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کاملین کو جنہوں نے کامل اتباع کی ان کے نصیب میں بھی اس سے کچھ حصہ ہے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بغیر کسی وسیلہ کے ہیں اور باقی انبیاء علیہم السلام کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہے اور آپ کی امت کے لئے بھی لیکن دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف اس کی سرایت نہیں"[31]

تجلیات ذاتیہ والے جو مقام قلب سے مکمل طور پر باہر آ چکے ہیں اور مقلب القلوب سے پیوست ہو چکے ہیں اور کلیۃ احوال کی غلامی سے نکل کر احوال میں تبدیلی پیدا کرنے والے کے ساتھ آزادی حاصل کر چکے ہیں سماع اور وجد کے محتاج نہیں کیونکہ ان کا وقت اور حال دائمی ہے بلکہ ان کے لیے کچھ بھی وقت اور حال نہیں ہے تو یہ لوگ ابوالوقت اور اصحاب تمکین ہیں یہ واصل ہیں جو رجوع سے قطعا محفوظ ہیں اور نہ ہی ان کا مقصود گم ہو سکتا ہے تو جب عدم یافت ان کے لیے متصور نہیں تو یافت اور وجد بھی ان کے لیے نہیں ہے[32]

تجلی ذاتی کے بارے میں بعض حضرات نے یوں خبر دی کہ یہ شعور سے غافل اور ظاہری حواس کو معطل کر دیتی ہے اور بعض نے کہا کہ تجلی ذاتی کے وقت ایک مدت تک وہ بے حس و حرکت پڑے رہے لوگ انہیں مردہ خیال کرتے تھے بعض نے تجلی ذاتی میں کلام کرنے سے روکا ہے تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس کی حقیقت یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت

ذات کی یہ تجلی اسماء میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہوتی ہے اور بقائے پردہ وہ صاحب تجلی کے وجود کے اثر کے باقی رہنے کے باعث ہے اور وہ بے شعوری باقی ماندہ اثر کی وجہ سے ہے اگر پورے طور پر فنا ہو جاتا اور بقا باللہ سے مشرف ہو جاتا تو یہ تجلی اسے بے شعور نہ کرتی آپ فرماتے ہیں کہ وہ تجلی جو کسی پردہ میں ہوتی ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہے اور پردہ کی علامت بے شعوری ہے اور بے شعوری دوری کا باعث ہے اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے اور شعور کمال حضور میں ہے [33]

تجلی ذاتی دوسرے احباب کے لیے بجلی کی چمک کی طرح نصیب ہوتی ہے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لیے یہ دائمی ہے اور ان کے ہاں سقوط کا کوئی اعتبار نہیں [34]

یہ تجلی جو بے پردہ ہے محبوبوں کو دائما حاصل ہے اور محبوں کو ایک لحظہ کے لیے کیونکہ محبوبوں کے اجسام نے ان کی ارواح کا رنگ اختیار کر لیا ہے اس نسبت نے ان میں بالکلیہ سرایت کر لی ہے اور محبوں میں یہ نسبت بر سبیل ندرت ہے [35]

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات محل غور ہے کیونکہ قطب محمدی المشرب ہوتا ہے اور ان کو تجلی ذاتی نصیب ہوتی ہے لیکن ان میں تفاوت ہوتا ہے اور وہ قرب جو افراد کو حاصل ہوتا ہے وہ اقطاب کو حاصل نہیں ہوتا لیکن تجلی ذاتی سے دونوں کو حصہ نصیب ہوتا ہے

> آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کامل متبعین کو تجلی ذاتی سے آپ کی وجہ سے حصہ ملتا ہے اور دیگر انبیاء کے لیے تجلیات صفات ہیں تجلی ذات تجلی صفات سے اشرف و اعلی ہے لیکن انبیاء کرام کے لیے تجلیات صفات میں وہ قرب حاصل ہے جو اس امت کے کامل متبعین کے لیے بطریق تبعیت تجلی ذاتی حاصل ہونے کے باوجود حاصل نہیں پس اس امت کے اولیاء کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے [36]

فناء مطلق بھی تجلی ذاتی سے وابستہ ہے کیونکہ ظلمات اور تاریکیوں کا مکمل طور پر اٹھ جانا اسی وقت ہی متصور ہو سکتا ہے جب سورج پورے طور پر طلوع ہو کر چمکنا شروع کر دے [37]

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی ذات اس آدمی کی صورت میں ہوتی ہے جس پر وہ تجلی ہوتی ہے پس متجلی لہ نے اللہ تعالی کے آئینے میں اپنی صورت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا اس نے خدا تعالی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کا دیکھنا ممکن ہے امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ تجلیات میں یہ آخری تجلی ہے اور انتہائی عروج ہے اور اس کے بعد صرف عدم محض ہے پس تو طمع نہ کر اور اپنے اپ کو محنت میں نہ ڈال کہ اس سے بلند عروج حاصل ہو اور اس سے اوپر وصول نصیب ہو اس لیے کہ تجلی ذاتی کے درجہ سے بلند تر کوئی مقام نہیں [38]

" تجلی ذاتی کا کمال یہ ہے کہ اسی کی وجہ سے عارف کا وہ بقیہ جو اس کی نظر میں جمادمیت کی طرح ہے نظر آتا تھا وہ بھی زائل ہو جاتا ہے اور وہ عدم تھا جو کہ ہر ممکن کا اصل ہے کیونکہ اللہ تعالی کی صفات کاملہ کے انعکاس کے ذریعے اس میں امتیاز اور یقین پیدا ہوا ہے اور اس آئینہ داری سے دوسرے اعدام سے جدا ہوا ہے اور جب یہ منعکس ہونے والے ظلال اپنے اصول سے ملحق ہوئے تو ان اعدام میں کوئی امتیازی چیز نہ رہی یہ عدم خاص بھی عدم مطلق سے ملحق ہوا تو اس وقت عارف کا نہ کوئی نام رہتا ہے نہ نشان اور دولت فنا کا حصول تجلی ذات کے پر تو سے ہے یعنی نفس تجلی کا حصول اس دولت فنا کے حصول کے بعد ہے جب تک تو آزاد نہ ہو گا نہ پائے گا"[39]

آپ فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمت اللہ علیہ نے اس تجلی کے بعد عدم محض کہا ہے وہ اس لیے کہ عالم صفات کا ظل ہے اور صفات سے اوپر گزرنا اپنے عدم ہونے کی کوشش کرنا ہے لیکن اپ فرماتے ہیں کہ اس تجلی کے بعد خالص وجود اور نور محض ہے [40] تجلی ذات ایک وجہ سے تو بالاصل حضرت خلیل سے مخصوص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں اور دوسری وجہ سے وہ تجلی اصل میں خاتم الانبیاء کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں چونکہ دوسری وجہ زیادہ طاقتور اور مراتب قرب میں زیادہ دخل پانے والی ہے تو لازما تجلی ذات کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے زیادہ مناسبت حاصل ہوتی ہے اور ان کے ساتھ خصوصیت پیدا کی اور باقی انبیاء سے افضل ٹھہرے [41] تجلی ذاتی سے مراد حق تعالی کا حضور ہے جو کہ اسماء وصفات و شیون و اعتبارات سے ملاحظہ کے بغیر ہو۔[42] تجلی ذاتی تمام شیون و اعتبارات کی جامع ہے بلکہ تمام شیون و اعتبارات سے بلند و بالا ہے۔[43]

برزخی تجلی

تجلی صفات کے ختم ہونے اور فنائے صفات و ذوات کے بعد عارف کو ایک تجلی نظر آتی ہے جو گویا کہ تجلی ذات کی دہلیز ہے اور گویا کہ وہ تجلی ذات وصفات کے درمیان برزخ ہے جس صاحب دولت کو اس تجلی سے گزار کرلے جاتے ہیں تو اسے تجلی ذات سے اس کے استعداد کے مطابق حصہ ملتا ہے اور یہ تجلی برزخی تجلی ہے جو کہ تجلی ذاتی کا اصل ہے [44]

تجلی صوری

تجلی صوری اس راہ کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے سچ یہ ہے اس مقام میں اگر وصل ہے اگرچہ وہ حقیقت میں فصل ہے تو باعتبار صورت ہے اور اگر مشاہدہ ہے اگرچہ فی الواقع وہ دوری ہے تو وہ بھی صورت کے ملاحظہ میں ثابت ہے اور یہ تجلی اس راہ کے اکابرین کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے کیونکہ یہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں اور حق اور باطل والے اس تجلی میں برابر کی شریک ہیں ہندوستان کے جوگی اور یونان کے فلاسفہ بھی اس تجلی سے باخبر ہیں اور اس مقام کے معارف اور علوم سے بہرہ ور اور لذت پانے والے ہیں اہل حق کو یہ دولت دل کی صفائی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے اور اہل

باطل کو نفس کی صفائی کی راہ سے تو لازماوہ صفائی کی ہدایت تک لے جاتی ہے اور ان کی صفائی گمراہی میں لے جاتی ہے لیکن یہ دونوں صورت کے گرفتار ہیں اور معنی سے بے خبر ہے[45]

تجلی صفات

تجلی صفات سے مراد یہ ہے کہ سالک پر حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور اس طرح ہو کہ بندوں کی صفات کو واجب تعالی کی صفات کا ظلال جانے اور ان کے قیام کو ان کے اصول کے ساتھ معلوم کرے مثلا ممکن کے علم کو واجب تعالی کے علم کا ظل سمجھے اور اس کے ساتھ قائم جانے اور اسی طرح ممکن کی قدرت کو حق تعالیٰ کی قدرت جانے اور اس کا قیام اس کے ساتھ تصور کرے۔ تجلی صفات کا کمال یہ ہے کہ یہ تمام ظلی صفات سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو کر اپنے اصول کے ساتھ ملحق ہو جاتی ہیں اور اپنے آپ کو جو کہ پہلے ان صفات سے موصوف رہ چکا ہے جماد کی طرح بے حیات و بے علم جانے اور اس کے علاوہ وجود اور توابع کے کمالات کا کوئی اثر اپنے اندر نہ پائے نہ وہاں اس کا کوئی ذکر رہے نہ توجہ اور نہ ہی حضور اصل سے ملحق ہونے کے بعد اگر حضور ہو تو خود بخود حاضر ہے اور اگر توجہ ہے تو خود بخود متوجہ ہے اس مقام پر سالک کا نصیب یہ ہے کہ اس کو فنا اور نیستی کی حقیقت حاصل ہو جائے اور اپنی طرف کسی بھی کمال کی نسبت نہ کرے یہ دولت فنا جو نیستی کی حقیقت ہے اگرچہ تجلی ہے صفات کی انتہا ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو سے ہے[46]

شوق اور تواجد والے حضرات تجلیات والے لوگ ہیں اور جب تک یہ حضرات شوق و وجد میں رہیں گے ان کو تجلیات ذاتیہ سے کوئی چیز حاصل نہیں ہو گی[47] عالم امر میں جب دوسرا قدم رکھا جاتا ہے تو اس مقام میں انسان پر تجلیات صفاتیہ کا ورود ہوتا ہے[48] امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر اس جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ تجلیات ذاتیہ ہوں چاہے صفاتیہ جس طرح ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے[49] اسی طرح ان لوگوں کے درمیان بھی مراتب کا بہت زیادہ فرق ہے جن پر یہ تجلیات وارد ہوتی ہیں بعض کا کمال قلب تک تو بعض کو روح کی آزادی تک اسی طرح بعض کو کمالات مراتب کے بعد رجوع نصیب ہوتا ہے اور بعض کو استقرار نصیب ہوتا ہے وصل عریان میں تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ میں کسی کا بھی اطلاق جائز نہیں کیونکہ تجلی سے شی کا ظہور مراد ہے اور اس مقام پر تمام مراتب ساقط ہو جاتے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی۔[50]

نفس تجلی اور پرتو تجلی

آپ فرماتے ہیں کہ نفس تجلی اور پرتو تجلی میں اتنا فرق ہے جتنا کہ طلوع آفتاب اور صبح ہو کے روشن ہونے میں ہے صبح کے روشن ہونے کے وقت تو آفتاب کی تجلی کا پرتو ہے اور طلوع آفتاب کے بعد نفس تجلی آفتاب ہے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تجلی کا پرتو ڈالنے کے بعد بعض کو نفس تجلی سے مشرف نہیں کرتے اور بعض عوارض کے پیش آجانے کی وجہ سے اس اعلی

دولت تک نہیں پہنچ پاتے اور وہ صبح کی روشنی کو پانے میں کسی آسمانی یا زمینی علت کی وجہ سے طلوع آفتاب تک راہ نہیں پاتے[51]

خلاصہ بحث

انسان عالم امر و عالم خلق کا مجموعہ ہے اس میں سارے کمالات پائے جاتے ہیں اور جب انسان کو تزکیہ و تصفیہ کے ذریعے پاک کرتے ہیں تو اس کے نفس کو امارگی سے نکال کر مطمئنہ کی طرف لے آتے ہیں تو انسان کامل بن جاتا ہے اور جو قرب و منزلت اس کو نصیب ہوتی ہے وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی اور انسان میں دو چیزیں ایسی موجود ہیں جو نہ عرش میں ہیں اور نہ ہی عالم کبیر میں ہیں ایک جزو ارضی اور ایک ہئیت وحدانی ہے اور انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کی ہے اور امانت کا بوجھ اٹھایا ہے اور انسان کامل پر مختلف طرح کی تجلیات کا ورود ہوتا ہے جس میں اسم الظاہر کی تجلی ہے جس میں مختلف مظاہر میں وہ ذات جلوہ گر ہوتی ہے اور تجلی افعال سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی کے فعل کا ظہور سالک پر اس طرح ہو کہ بندوں کے افعال اس فعل کے ظلال نظر آئیں اور اسی طرح تجلی برقی بھی وارد ہوتی ہے اس میں بجلی کی طرح بندے سے تھوڑی دیر کے لیے حجابات اٹھ جاتے ہیں تجلی ذاتی یہ ہے کہ کثرت کے آئینے میں وحدت کا شہود اس طرح مشاہدہ کرنا کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے اسی طرح تجلی برزخی تجلی صوری اور تجلی صفاتی کا ورود ہوتا ہے اور انسان ان تجلیات کو حاصل کرتا ہے اور اس کے ذریعے اس کے کمالات میں اضافہ ہوتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] خلیل بن احمد، فراھیدی، کتاب العین، مکتبۃ الھلال، س ن، جلد 7، ص:304

[2] مکتوبات امام ربانی، جلد 2، دفتر 2، مکتوب نمبر 73

[3] ایضاء، مکتوب نمبر 51

[4] مکتوبات امام ربانی، جلد 2، دفتر 2، مکتوب نمبر 22

[5] ایضا، مکتوب 12

[6] ایضا، مکتوب نمبر 11

[7] ایضا، دفتر 3، مکتوب 30

[8] ایضا، دفتر2، مکتوب نمبر91

[9] ایضا، دفتر1، مکتوب نمبر300

[10] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر2، مکتوب نمبر22

[11] ایضا، دفتر3، مکتوب30

[12] مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، نمبر307

[13] ایضا، مکتوب310

[14] دفتر2، مکتوب11

[15] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر2، مکتوب11

[16] ایضا، دفتر3، مکتوب53

[17] لسان العرب،، جلد1، ص670

[18] الاعراف:143

[19] مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، مکتوب1

[20] مکتوبات امام ربانی جلد2، دفتر3، مکتوب75

[21] ایضا، جلد1، دفتر1، مکتوب نمبر196

[22] ایضا، دفتر2، مکتوب3

[23] مکتوبات امام ربانی جلد1، دفتر اول، مکتوب266

[24] مکتوبات امام ربانی جلد1، دفتر اول، مکتوب21

[25] ایضا، جلد2، دفتر2، مکتوب3

[26] ایضا، دفتر3، مکتوب75

[27] ایضا

[28] مکتوبات امام ربانی جلد2، دفتر3، مکتوب75

[29] ایضا، جلد اول، دفتر اول، مکتوب196

[30] ایضا، مکتوب221

[31] ایضا، مکتوب248

[32] ایضا،285

[33] مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، مکتوب287

[34] ایضا، مکتوب131

[35] ایضا، 287

[36] ایضا

[37] ایضا، مکتوب 24

[38] دفتر 3، مکتوب 74

[39] ایضا، مکتوب 75

[40] ایضا

[41] ایضا، مکتوب 88

[42] ایضا، مکتوب 27

[43] ایضا، جلد 2، دفتر 3، مکتوب 79

[44] مکتوبات امام ربانی، جلد 2، دفتر 3، مکتوب 75

[45] ایضا، مکتوب 32

[46] مکتوبات امام ربانی، جلد 2، دفتر 3، مکتوب 75

[47] ایضا، جلد اول، دفتر اول، مکتوب 26

[48] ایضا، مکتوب 58

[49] ایضا، مکتوب 221

[50] ایضا، مکتوب 196

[51] جلد 2، دفتر 3، مکتوب 75